الاداحق کے طور پر پیش کیا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ممکن ہے اسلام کی دعوت کو اپنی ابتدا ہی میں ہی ایسا دھچکا لگتا جسے جرمن اور رومن جیسی طاقتور قومیں نہیں سہ سکیں۔ لیکن اسلام نے اس کا مستقل پائیدار اور پر امن حل نہ صرف تجویز کیا بلکہ اس پر عمل کر کے اسے رہتی دنیا تک کے لیے لازوال مثال بنا دیا اور مؤاخاۃ کی صورت میں ایسا بے نظیر نظام تشکیل دیا جو آئندہ نسلوں تک کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

یتامیٰ کی قدر و منزلت

یتامیٰ کی بہ عزت افزائی کیا کم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دُرِ یتیم کے طور پر پیدا فرمایا جیسا کہ سورۃ والضحیٰ کے الفاظ سے ظاہر ہے جو بعثت کے بعد بالکل ابتدائی ایام کی سورت ہے[۲] فرمایا:

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ. وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ. وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ. فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ. وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ. وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ.

ترجمہ:- کیا اسی نے آپ کو یتیم پا کر ٹھکانا نہیں دیا اور آپ کو ناواقف راہ پا کر ہدایت نہیں دی اور آپ کو تنگدست پا کر تونگر نہیں بنا دیا پس آپ یتیم پر سختی نہ کریں اور سائل کو نہ جھڑکیں اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کریں[۳] (ابن کثیر حمزۃ، عمۃ، صف ۱۷)

مسکین کو کھانا نہ کھلانے کی وعید

اسی طرح سورۃ المدثر (یہ بھی بعثت کے بعد کی اولین سورتوں میں سے ہے[۴]) کا مضمون ہے کہ اہل جنت جب مجرمین سے پوچھیں گے:

ما سلككم في سقر. قالوا لم نك من المصلين ولم نك نطعم المسكين

ترجمہ:- تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے[۵]

اسی دور کی ایک اور سورۃ الحاقۃ میں مجرم کے بارے میں فرمان الٰہی ہے:-

خُذُوهُ فَغُلُّوهُ. ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ. ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ. إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَلَا

يَحُضُّ عَلىٰ طَعَامِ الْمِسْكِين۔

ترجمہ:۔ اسے پکڑو پھر اسے طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں ڈال دو پھر اسے اس زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز کی ہے جکڑ دو بے شک یہ خدائے بزرگ و برتر پر ایمان نہ رکھتا تھا اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا۔[۶]

غالباً اسی سورت کو سن کر حضرت ابو الدرداءؓ نے اپنی بیوی سے وہ الفاظ کہے جنہیں ابو عبید نے اپنی کتاب الاموال میں نقل کیا ہے۔ اے ام درداء! اللہ کے ہاں ایک زنجیر ہے جسے مسلسل جہنم کی آگ میں تپایا جا رہا ہے حتیٰ کہ اسے لوگوں کی گردنوں میں دیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کو ایمان کی توفیق دے کر اس کے نصف عذاب سے تو بچا لیا ہے باقی نصف سے بچنے کے لیے تمہیں چاہیئے کہ تم مجھے مسکین کو کھلانے کی ترغیب دیا کرو۔

سائل و محروم کا مقررہ حق

سورۃ الذاریات (جس کا زمانۂ نزول ہجرت حبشہ سے متصل ہے[۸]) میں بتایا گیا ہے کہ نیک لوگ جنت کے مستحق اس لیے ہوئے ہیں:۔

كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ۔ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔
وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔

ترجمہ:۔ وہ اپنی گذشتہ زندگی میں راتوں کو کم سوتے تھے اور رات کے پچھلے پہروں میں (اللہ) سے معافی مانگتے تھے اور ان کے اموال میں سائل و محروم کا حق تھا۔[۹]

اسی طرح سورۃ المعارج (یہ بھی ہجرت حبشہ سے متصل زمانہ کی سورت ہے[۱۰]) میں جہاں آخرت کے عذاب کی شدت کو بیان کرتے ہوئے یہ ذکر ہے کہ اس دن مجرم یہ خواہش کرے گا کہ وہ عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد، بیوی، عزیز و اقارب، بھائی پناہ دینے والے اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو فدیہ میں دے دے لیکن وہ اس عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ وہ تو گوشت پوست کو چاٹ جانے والی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی جو ہر اس شخص کو اپنی پیٹ میں لے لے گی جس نے حق سے منہ موڑا اور پیٹھ پھیری۔ مال جمع کیا اور سنبھال کر رکھا۔ اس کے بعد انسان کی فطری کمزوری کا ذکر ہے کہ انسان چھوٹے دل کا پیدا کیا گیا ہے جب اس پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو چیخ اٹھتا ہے اور جب خوشحال ہوتا ہے تو بخیل بن جاتا ہے

اس عیب سے صرف وہی لوگ بچے ہوئے ہیں،

اَلَّذِینَ ھُمۡ عَلٰی صَلَاتِہِمۡ دَائِمُوۡنَ۔ وَالَّذِینَ فِیۡ اَمۡوَالِھِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ لِّلسَّائِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ۔

ترجمہ:۔ جو نمازوں کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں اور ان کے مالوں میں سائل و محروم کا مقررہ حق ہے[11]

سائل و محروم فقیر اور مسکین کی تعریف

یہاں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا بیروزگار سائل و محروم فقیر اور مسکین کے ذیل میں آتے ہیں کیونکہ ہمارے مروجہ نظریات سائل و محروم اور فقراء مساکین کے بارے میں کافی مختلف ہیں ہم تو ان کو فقیر سمجھتے ہیں جو گلیوں بازاروں اور محلوں میں مانگتے کھاتے پھرتے ہیں جبکہ اکثر بیروزگار ایسا نہیں کرتے تو اس کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ لغات اور کتب تفاسیر و احادیث میں ان الفاظ کی تعریف دیکھ لیں۔

فقر کے اصل معنی حاجت کے ہیں اور فقیر ہر وہ شخص ہے جو اپنی ضرورت سے کم معاش پانے کے باعث مدد کا محتاج ہو[12]۔

ابو داؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں سائل کا حق ہے گو وہ گھوڑے پر سوار آئے۔ محروم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو خود اس کے پاس کوئی کام کاج نہ ہو صنعت و حرفت جانتا نہ ہو جس سے روزی کما سکے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہو لیکن اتنا نہیں پلتے کہ کافی ہو جائے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں وہ شخص جو مالدار تھا لیکن اس کا مال تباہ ہو گیا چنانچہ یمامہ میں جب سیلاب کی طغیانی آئی اور ایک شخص کا تمام مال واسباب بہالے گئی تو ایک صحابی نے فرمایا یہ محروم ہے اور بزرگ مفسرین فرماتے ہیں محروم وہ شخص ہے جو باوجود حاجت کے سوال نہیں کرتا[13]۔ صحیحین کی ایک حدیث میں خود آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسکین کی یہ تعریف کی ہے:۔

الذی لا یجد غنی یغنیہ ولا یفطن فیتصدق علیہ ولا یقوم فیسال الناس۔

یعنی جسے ایسے وسائل میسر نہیں کہ تونگر کر دیں جس کا فقر ظاہر نہیں کہ لوگ خیرات دیں جو خود سوال

کے لیے کھڑا نہیں ہونا کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے پھر اس حدیث میں ان کی کیفیت سورۂ بقرہ کی اس آیت میں بیان کی ہے ،۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ۔ لَا يَسْئَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا۔

ان کی خودداری کا یہ عالم ہے کہ ناواقفِ حال سمجھے کہ یہ تو خوشحال ہیں تم انہیں ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو مگر وہ لوگوں سے لپٹ کر کبھی سوال نہیں کرتے [14]

ان سے مراد وہ علماء بھی ہیں جنکو درس وتدریس میں مصروفیت کی وجہ سے کمانے کی فرصت ہی نہ ملتی ہو۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ مسکین وہ شخص ہے جو کما نہ سکتا ہو یا کمانے کا موقع نہ پاتا ہو [15]

اس تعریف کی رو سے تمام وہ غریب بچے جو ابھی کمانے کے قابل نہ ہوئے ہوں اور اپاہج اور بوڑھے جو کمانے کے قابل نہ رہے ہوں اور بے روزگار یا بیمار جو عارضی طور پر کمانے سے معذور ہو گئے ہوں مسکین ہیں [16]

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اپنی تصنیف ترجمان القرآن میں رقمطراز ہیں۔ قوم کے تمام ایسے افراد جن پر وسائل معشیت کی تنگی کی وجہ سے معشیت کے دروازے بند ہو رہے ہوں اور اگرچہ وہ خود پوری طرح ساعی ہوں لیکن نہ تو نوکری (روزگار) ہی ملتی ہو نہ کوئی اور راہ معشیت نکلتی ہو یقیناً "مساکین" میں داخل ہیں۔

ایسے افراد جو خوشحال تھے لیکن کاروبار کی خرابی کی وجہ سے یا کسی اور ناگہانی مصیبت کی وجہ سے مفلس ہو گئے ہوں اگرچہ اپنی پچھلی حیثیت کی بنا پر معزز سمجھے جاتے ہوں حکماً "مساکین" میں داخل ہیں [17]

بیروزگاری کے اسباب

بیروزگاری کی تاریخ اور اس کی قدامت متعین کرنے کے بعد آیئے اب ہم اس کے اسباب اور وجوہات کا کھوج لگاتے ہیں تاکہ ان اسباب اور وجوہات کو دور کر کے اس کا حل تلاش کیا جا سکے۔ جیسا ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے یا آج کی پیداوار نہیں ہے بلکہ یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا بنی نوع انسان کی تاریخ

کیونکہ انسان کا بنیادی مسئلہ ازل سے معاش رہا ہے اس لیے اس کی چند وجوہات تو وہی پرانی ہیں یعنی جنگ و جدل، لوٹ مار اور قتل و غارتگری ہجرت یا ترکِ وطن پر مجبور کر دیا جانا جیسے اوائل اسلام میں مسلمانوں کو ہجرت حبشہ اور پھر ہجرت مدینہ پر مجبور کیا گیا اور سودی معیشت پر مبنی ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام۔ انتہائی تعجب خیز اور حیران کن امر یہ ہے کہ جس طرح اوائل اسلام میں یثرب (مدینہ) کے یہودیوں نے جزیرہ نما عرب کے مفلس اور بے مایہ عربوں کو اپنے سودی معیشت پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کے شکنجوں میں جکڑا ہوا تھا آج انہی کے جانشینوں نے نہ صرف امریکہ، یورپ بلکہ تمام دنیا اور تمام عالم اسلام کو بھی اپنے خونی نظام کے شکنجوں میں کسا ہوا ہے اور اسی کے بل بوتے پر اسرائیل کی صورت میں عربوں کے سینے پر مونگ دل رہے ہیں۔

۱۔ سرمایہ داری

اسلامی معیشت کے ماہر سید قطب شہید اپنی کتاب "شبہات حول الاسلام" میں لکھتے ہیں:

سرمایہ داری نظام یورپ کی پیداوار یہ مشین کی ایجاد کا نتیجہ تھا جو اتفاق سے یورپ میں ایجاد ہوئی اور وہیں سے دنیا کے باقی حصوں میں پھیلی ..... اس کے فطری ارتقاء کے نتیجے میں دولت بتدریج سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آگئی اور غریب اور مزدور اپنی جائیداد اور دولت غرض سب کچھ سے محروم ہوگئے۔ اس سے سرمایہ داروں کو سستے مزدور حاصل کرنے میں بڑی آسانی ہوگئی (جن کی محنت و مشقت کے طفیل ان کی دولت اور تجارت میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔ اس کے باوجود انہوں نے مزدوروں کی اجرتوں میں کوئی اضافہ نہ کیا۔ مزدوروں کے ان قلیل معاوضوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرمایہ دار ممالک کے باشندوں کی قوت خرید گھٹ گئی اور ان کا تیار کردہ سامان یونہی پڑا رہے گا چنانچہ سرمایہ داروں کو اپنا مال فروخت کرنے کے لیے نئی منڈیوں کی تلاش ہوئی جس نے نوآبادیاتی نظام نیز منڈیوں اور خام مال کے بارے میں بین الاقوامی رقابتوں کو جنم دیا اور بالآخر معاملہ اپنے ناگزیر منطقی نتیجے میں تباہ کن جنگوں تک جا پہنچا۔[۱۱۵]

جبکہ جدید ماہرین معاشیات (خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم) کا خیال اس کے برعکس ہے وہ کہتے ہیں کہ سرمایہ کو مزدوروں میں بانٹ دینے انکی تنخواہیں اور معاوضے بڑھانے سے خرچ بڑھ جائے

گا۔ سرمایہ کم ہو جائے گا اور نتیجتاً سرمایہ کاری بھی گھٹ جائے گی۔ عموماً سرمایہ دار اپنی جمع پونجی کا تھوڑا سا حصہ خرچ کرتے ہیں اور زیادہ حصہ دوبارہ سرمایہ کاری میں لگا دیتے ہیں جس سے پیداوار بڑھتی ہے اور وسائل پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان کے خیال میں ہماری فی کس آمدنی میں کمی کی بنیادی وجہ سرمایہ کی کمی ہے (جس کا باعث مزدوروں کے معاوضوں میں زیادتی (اضافہ) ہے) جس کا نتیجہ بے روزگاری اور قوت خرید میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔[۱۹]

جبکہ اسلامی معیشت کے ایک اور ماہر مولانا مودودی کا قول اس کے بالکل برعکس ہے وہ اپنی کتاب "اسلام اور جدید معاشی نظریات" میں جدید نظام سرمایہ داری میں اصلاح کی غرض سے جو تغیرات، ترمیمات اور اصلاحات کی گئی ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"لیکن ان تمام تغیرات، ترمیمات اور اصلاحات کے باوجود ابھی تک نظام سرمایہ داری کے بنیادی عیوب جوں کے توں باقی ہیں۔ ابھی تک بیروزگاری کا استیصال نہیں ہو سکا ہے بلکہ زمانۂ جنگ کے سوا دوسرے تمام حالات میں یہ ایک مستقل مرض ہے جو نظام سرمایہ داری کے تحت سوسائٹی کو لگا رہتا ہے۔ امریکہ جیسے ملک میں جس کی صنعت و حرفت اور پیداوار دولت آسمان عروج کو پہنچی ہوئی ہے جنگی مشاغل کم ہوتے ہی ۳۲ لاکھ سے زیادہ آدمی بیکار ہو گئے، اپریل و مئی ۱۹۴۹ء کے درمیان ان کی تعداد ۳۵ لاکھ سے اوپر ہو گئی اور جون میں ۴۰ لاکھ تک جا پہنچی۔ تجارت و صنعت کی گرم بازاری کا زمانہ ہو یا سرد بازاری کا، بے روزگاری کم و بیش ہر حال میں نظام سرمایہ داری کی جزء ولا ینفک بنی رہتی ہے۔"

ابھی تک وہ عجیب و غریب معمہ جوں کا توں بے حل ہے کہ ایک طرف تو کروڑہا انسان ضروریات زندگی کے حاجت مند موجود ہیں بے حد و حساب قدرتی وسائل موجود ہیں جنہیں استعمال کر کے مزید اشیاء تیار کی جا سکتی ہیں اور لکھوکھا آدمی ایسے موجود ہیں جنہیں کام پر لگایا جا سکتا ہے لیکن دوسری طرف نظام سرمایہ داری دنیا کی ضرورت اور امکانی کھپت سے بہت کم مال جو تیار کرتا ہے وہ بھی بازار میں پڑا رہتا ہے کیونکہ لوگوں کی قوت خرید کم ہے اور جب تھوڑا مال ہی نہیں نکلتا تو مزید آدمیوں کو کام پر لگانے اور قدرتی وسائل کو استعمال کرنے کی ہمت نہیں کی جا سکتی اور جب آدمی کام پر ہی نہیں لگائے جاتے تو ان میں

قوتِ خرید پیدا ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

ابھی تک نظام سرمایہ داری کا یہ عیب بھی اپنی جگہ قائم ہے کہ ریاست، سوسائٹی، مال دار طبقہ غرض کوئی بھی اپنے آپ کو ان لاکھوں کروڑوں آدمیوں کی کفالت اور دست گیری کا ذمہ دار نہیں سمجھتا جو قابلِ کار ہونے کے باوجود بے کار ہوں یا ابھی قابلِ کار نہ ہوئے ہوں یا مستقل یا عارضی طور پر ناکارہ ہوگئے ہوں ابھی تک نظام سرمایہ داری کو وہ بیماری لگی ہوئی ہے جسے کاروبار کا چکر Trade Cycle کہتے ہیں جس میں ہر چند سال کی گرم بازاری کے بعد دنیا کی معیشت پر کساد بازاری کے دورے پڑتے رہتے ہیں کاروبار پوری تیز رفتاری کے ساتھ مزے سے چل رہا ہوتا ہے کہ یکایک تجار محسوس کرتے ہیں کہ جو مال ان کے گوداموں میں آرہا ہے وہ مناسب رفتار سے نکل نہیں رہا وہ ذرا فرمائشیں روکتے ہیں۔ صناع یہ حال دیکھ کر مال کی تیاری سے ہاتھ کھینچتے ہیں۔ سرمایہ دار قرض سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور پہلے کا دیا ہوا بھی واپس مانگنے لگتا ہے۔ کارخانے بند ہونے شروع ہوتے ہیں بے روزگاری بڑھتی ہے قیمتیں گرنی شروع ہوتی ہیں تاجر اور گاہک مزید قیمتیں گرنے کی امید پر فرمائش اور خریداری سے ہاتھ روکتے ہیں۔ چلتے ہوئے کارخانے بھی پیداوار کم کر دیتے ہیں بے روزگاری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کساد بازاری میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے پھر یکایک رخ بدلتا ہے۔ آہستہ آہستہ چڑھاؤ شروع ہوجاتا ہے اور پھر گرم بازاری کا دور آجاتا ہے۔ یہ چکر (Trade Cycle) نظام سرمایہ داری کے لیے ایک مستقل مرض بن چکا ہے۔ جس کا ابھی تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا[۱۲۵] اور اسے معاشی اصطلاح میں (Cyclical Unemployment) کہا جاتا ہے۔

۲/ سودی معیشت جو سرمایہ داری کی پہلی بنیاد ہے

سودی بینک اور سودی قرضے۔
جدید ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام جب سے اپنے ابتدائی "دورِ خیر" (جب معاشرے نے مشین کی ایجاد کی وجہ سے کافی ترقی کی) اسے نکل کر موجودہ "دورِ شر" میں داخل ہوا ہے قومی قرضوں پر اس کا انحصار بہت بڑھ گیا ہے چنانچہ بینک قائم ہوئے اور انہوں نے مالی کاروبار اس طرح استوار کیا کہ وہ بھاری سود پر حکومتوں کو قرضے دینے لگے۔ حکومتیں ترقیاتی سکیموں کو عملی جامہ پہنانے اور دوسری سماجی خدمات انجام دینے کے لیے ان بینکوں سے جو قرضے لیتی ہیں ان کے سود بھی ان حکومتوں کے شہری ادا کرتے ہیں حکومتیں مجبور ہیں کہ مختلف محاصل میں اضافہ کرکے ان قرضوں کو مع سود ادا کریں اس طرح ہر فرد سود خوروں کو یہ

"جزیہ" ادا کرنے میں شریک ہے۔

اسلامی معیشت کے ماہر سید قطب شہید اپنی کتاب "فی ظلال القرآن" میں سود کی مضرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"سود کی مضرت یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ اس کے ایک مغربی نقاد جرمنی کے مشہور ماہر معاشیات ڈاکٹر شاخت ہیں جو جرمنی کے رائش بینک (Reich Bank) کے گورنر بھی رہ چکے ہیں۔ دمشق میں ۱۹۵۳ء میں اپنے ایک لیکچر میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ الجبرا کے ایک (لامتناہی) سلسلہ حساب کے ذریعے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ دنیا کی ساری دولت معدودے چند سود خواروں کے ہاتھوں میں کھنچ آنے والی ہے اس لیے کہ سود پر قرض دینے والا ہمیشہ فائدہ حاصل کرتا ہے جبکہ قرض لینے والے کو کبھی فائدہ ہوتا ہے کبھی نقصان ظاہر ہے کہ ساری دولت بالآخر اس کے ہاتھوں میں آجائے گی جس کو ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا تھا آج عملاً ایسا ہو رہا ہے کیونکہ آج دنیا کی بیشتر دولت کے اصل مالک چند ہزار افراد ہیں باقی سارے اصحاب ملکیت اور کارخانہ دار جو بینکوں سے قرض لے کر کاروبار کرتے ہیں اور ان کے مزدور وغیرہ سب انہی سرمایہ داروں کے تنخواہ دار ملازمین کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی محنت کے ثمرات ان چند ہزار افراد کو ملتے ہیں [۱۱۵] اور وہ بھی بغیر کسی محنت و مشقت کے۔

سودی بینکوں کے ذریعے سودی معیشت چونکہ سرمایہ داری نظام کی خشت اول ہے اور مندرجہ بالا سطور میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سرمایہ داری نظام بیروزگاری کا سبب ہے لہذا سودی معیشت بھی بالواسطہ طور پر ایک اور سبب اور وجہ ہوئی۔

۳/ اجارہ داری، سرمایہ داری کی دوسری بنیاد

سرمایہ دارانہ نظام کی دوسری بنیاد شدید کاروباری مسابقت و منافست ہے جس کے نتیجے میں چھوٹے چھوٹے کاروباری ادارے ختم ہو جاتے ہیں یا پھر سب مل کر بڑے بڑے کاروباری ادارے قائم کر لیتے ہیں تاکہ دوسرے اداروں سے مقابلہ کر سکیں اس سے اجارہ داری Monopoly جنم لیتی ہے اور اجارہ دار (Monopolist) کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ کوئی دوسرا بھی بازار میں اسی جیسا مال لائے یا اسی جیسی مصنوعات تیار کرے۔ وہ تو بازار پر اپنا پورا کنٹرول چاہتا ہے تاکہ لوگوں سے

من مانی قیمتیں وصول کر سکے اور نتیجتاً لوگوں کو ہر طرح کی شدت اور تنگی کا شکار کر کے ان کا جینا دوبھر کر دے. وہ دوسروں کے لیے اس بات کے مواقع ختم کر دیتا ہے کہ وہ بھی اسی کی طرح روزی کما سکیں[۲۲]

۴، جنگ و جدل

جیسا کہ سرمایہ داری کے ذیل میں یہ بیان ہوا ہے کہ جنگِ عظیم دوئم کے نتیجے میں صرف امریکہ میں ۴۰ لاکھ افراد بے روزگار ہو گئے تھے جہادِ افغانستان کے نتیجے میں کتنے افراد بے روزگار ہوئے ہیں اس کے اعداد و شمار ابھی اکٹھے نہیں کیے گئے لیکن اخباری اطلاعات کے مطابق اس جہاد میں ۳۵ لاکھ سے زیادہ افغان مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا انکے بچے یتیم اور بیویاں بیوہ ہو گئیں تو اندازاً اسی قدر افراد بے روزگار ہوئے ہوں گے. حال ہی میں خلیج کی جنگ میں ہزاروں عراقی کام آئے نتیجتاً بے روزگاری میں اضافہ ہوا.

۵، ہجرت اور ترکِ وطن

اسلام میں سب سے پہلی ہجرت، ہجرتِ حبشہ اول تھی پھر ہجرتِ حبشہ ثانی اور ہجرتِ مدینہ کے نتیجے کے طور پر مہاجرین اپنے تمام مال و متاع، مکان، دکانیں اور زمینیں وغیرہ مکہ میں چھوڑ کر حبشہ اور مدینہ میں بے سروسامانی کی حالت میں وارد ہوئے یہ تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی سیاسی فراست کا نتیجہ تھا کہ آپ نے مؤاخاۃ کے ذریعے بے روزگاری کے اس گھمبیر مسئلے پر قابو پا لیا. یہ امدادِ باہمی کی بھی ایسی مثال ہے کہ دنیا کا کوئی مہذب اور جدید سے جدید معاشرہ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا.

اسی طرح حال ہی میں جہادِ افغانستان کے نتیجے میں ۳۰ لاکھ سے زائد افغانی بوڑھے، بچے اور عورتیں جو لڑنے کے قابل نہیں تھے ہجرت کر کے پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور کچھ نے ایران میں پناہ لی. عراق کی جنگ میں بے شمار عراقی دوسرے عرب ممالک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے. جس سے ظاہر ہے بے روزگاری میں اضافہ ہوا. قیامِ پاکستان کے وقت بھی یہی مسئلہ درپیش ہوا تھا. کروڑوں مہاجرین کی آباد کاری اور انکو مناسب روزگار فراہم کرنا پڑا نو مولود پاکستانی ریاست کا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ تھا.

۶ سحت و استحصال

فرمانِ الٰہی ہے: وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (المائدہ [۶۲])

ترجمہ: ان اہلِ کتاب میں تم بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں اور سحت (Exploitation) کھانے کی طرف لپکتے ہیں. ان کے کرتوت بہت برے ہیں[۲۳]

مسئلے کا اسلامی حل

اسباب و وجوہات معلوم کرنے کے بعد اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ مسئلے کا حل اسلام کیا بتاتا ہے۔

زکوٰۃ وعشر اور خمس اور صدقۂ فطر

مغربی ماہرین معاشیات نے بے روزگاری کا حل زیادہ بچت کو قرار دیا ہے تاکہ اس سے مزید سرمایہ کاری کی جا سکے جبکہ اسلام نے اس کا حل انفاق کو تجویز کیا ہے جس کی ایک منظم صورت زکوٰۃ عشر اور خمس وغیرہ ہیں۔

اوائل اسلام میں چونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا واسطہ مشرکین مکہ سے تھا جن کی سخاوت اور فیاضی اگرچہ ضرب المثل تھی عام دعوتیں کرنا اور ان پر دل کھول کر خرچ کرنا ان کی قدیم روایت تھی عرب اسی پر فخر کرتے تھے کہ ان کے چولہوں کی آگ کبھی بجھتی نہ تھی لیکن یتامیٰ و مساکین اور سائل و محروم کی مدد کرنا بلکہ اسے ان کا حق سمجھنا ان کے لیے ایک نئی بات تھی یہاں آکر ان کے داد و دہش کرنے والے ہاتھ رک جاتے تھے کہ جس کی وجہ سے قرآن ان کو بخیل قرار دیتا ہے۔ اور مکی سورتوں میں جابجا ان کے اس بخل کی مذمت کرتا ہے جیسا کہ اس دور کی ایک سورۃ حٰمٓ السجدہ (جو آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کے بعد اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے پہلے نازل ہوئی[۲۴]) میں ان الفاظ میں ان کی مذمت کی گئی ہے۔

وویلٌ للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون

ترجمہ: تباہی ہے ان مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں[۲۵]

اس آیت میں زکوٰۃ کے لفظ کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہجرت حبشہ سے قبل مکہ کے مسلمانوں میں زکوٰۃ کے حکم پر عمل شروع ہو چکا تھا۔ اس کی تائید ہجرت حبشہ کے بعد شاہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ (مہاجرین کے قائد) کی تقریر سے بھی ہوتی ہے جس میں سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تعلیمات کے ذیل میں ادائیگی زکوٰۃ کے حکم کا بھی ذکر ہے[۲۶]

چونکہ اس آیت میں مشرکین مکہ پر تنقید ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے اس لیے بعض علمائے زکوٰۃ نہ دینے سے مراد یہ لیا ہے کہ وہ توحید کا اقرار نہیں کرتے لیکن اکثر مفسرین نے اس سے زکوٰۃ المال ہی مراد لیا ہے[۲۷] امام ابن جریرؒ بھی اسی کو مختار کہتے ہیں۔ اگرچہ صدقے اور زکوٰۃ کی اصل کا حکم تو نبوت کی ابتداء میں ہی تھا

جیسے فرمانِ الٰہی ہے ؛۔ وأتوا حقه يوم حصاده جس دن کھیت کاٹو اسکا حق دیدیا کرو۔
ہاں زکوٰۃ جس کا نصاب اور جس کی مقدار من جانب اللہ مقرر ہے وہ مدینے میں ۲ ہجری میں مقرر ہوئی[۲۶]
لیکن ابن ماجہ میں قیس بن سعد بن عبادہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ "۲" ہجری میں زکوٰۃ الفطر کا حکم نافذ ہوا۔
اس لیے کہ اس دور میں ایمان لانے والوں کی ایک معتد بہ تعداد پہلے سے ہی مفلس اور تنگدست تھی جبکہ مقابلہ میں مکہ کے بڑے بڑے مال دار و ساہوکار مسلمانوں کے مخالف تھے جو مسلمانوں کو ایمان لانے کی پاداش میں سخت اذیتیں دیتے تھے ان کا سماجی اور معاشی قطع تعلق کرتے (جیسا کہ شعب ابی طالب میں کیا) اسکا واحد حل یہی کہ ان مسلمانوں کو جو کچھ کھاتے پیتے تھے یا اہل ثروت تھے انفاق پر ابھارا جائے اس کے لیے اسلام نے اسی دور میں اطعام المسکین. الحض علی الاطعام. انفاق. انفاق فی سبیل اللہ. زکوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کے پرزور الفاظ کے ذریعے ان میں انفاق کا جذبہ پیدا کیا۔ اسی طرح کے انفاق نہیں نکالے جانے والے مال کے مصارف کی نشاندہی بھی مکی آیات میں ہی کر دی گئی تھی ؛۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ الْقُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ط فَرِيضَةً مِنَ اللهِ. وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ.

ترجمہ ؛۔ صدقات تو دراصل فقراء اور مساکین کے لیے ہیں اور ان کارکنوں کے لیے جو صدقات کی تحصیل پر مقرر ہوں اور ان لوگوں کے لیے جن کی تالیف قلوب مطلوب ہو اور لوگوں کی گردنیں بند اسیری سے چھڑانے کے لیے اور قرضداروں کے لیے اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے کیلئے اور مسافروں کے لیے۔

بالآخر "۹" ہجری میں سورۃ توبہ کی آیت صدقات میں پہلے ذکر کردہ مدات میں چند مزید مدات کے اضافہ کے ساتھ مجموعی طور پر یکجا ذکر کر کے "فریضۃ من اللہ" کے الفاظ کے ساتھ آٹھ مصارف زکوٰۃ کی حتمی طور پر تحدید کر دی گئی۔[۲۸]

ہجرت کے بعد مدینہ میں جب مسلمانوں کا اول روز سے ہی ایک آزاد اور خودمختار معاشرہ قائم ہو گیا تو انفاق اور زکوٰۃ کے ان احکام پر جو مکی آیات میں محض اجمالی طور پر بیان ہوئے تھے نہ صرف زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان کئے گئے تھے بلکہ ان پر عمل درآمد کے لیے باقاعدہ تنظیم بھی قائم کی گئی

چنانچہ مدینہ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی پہلی تقریر میں ہی زکوٰۃ وانفاق کے سلسلہ میں ہر مطالبہ کیا کہ ہر وہ شخص جو تھوڑی بہت استطاعت رکھتا ہے اللہ کی راہ میں کچھ نہ کچھ ضرور دے [۲۹]

اسلامی معیشت کے ماہر مولانا مودودی زکوٰۃ کے سلسلے میں رقمطراز ہیں :۔

" یہ مسلمانوں کی کواپرٹیو سوسائیٹی ہے یہ ان کی انشورنش کمپنی ہے یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے یہ ان کے لیے بے کاروں کا سرمایۂ اعانت ہے۔ یہ ان کے معذوروں، اپاہجوں، بیماروں، یتیموں، بیواؤں کا ذریعۂ معاش ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو فکر فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کا سیدھا سادا اصول یہ ہے کہ آج تم مالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو کل تم نادار ہو گئے تو دوسرے تمہاری مدد کریں گے۔ تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ مفلس ہو گئے تو کیا بنے گا؟ مر گئے تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہو گا۔ کوئی آفت ناگہانی آپڑی بیمار ہو گئے گھر میں آگ لگ گئی، سیلاب آگیا، دیوالیہ نکل گیا تو ان مصیبتوں سے مخلصی کی کیا سبیل ہو گی سفر میں پیسہ نہ رہا تو کیونکر گذر بسر ہو گی؟ ان سب فکروں سے صرف زکوٰۃ تم کو ہمیشہ کے لیے بے فکر کر دیتی ہے" [۳۰]

حکومت نے زکوٰۃ کی وصولی اور مستحقین میں اس کی تقسیم کا نظام تو ضیاء الحق (مرحوم) کے زمانے سے قائم کر دیا ہے یہ ایک مستحسن اقدام ہے لیکن یہ صرف بنکوں میں جمع لوگوں کی پونجی پر کٹتی ہے جو بعض ہوشیار حضرات رمضان سے پہلے نکال لیتے ہیں دوسرے بڑے بڑے تاجروں اور صنعتکاروں سے ان کے مال تجارت اور صنعت پر زکوٰۃ کی وصولی کا کوئی انتظام نہیں۔ بڑے بڑے زمینداروں سے عشر کی وصولی کا بھی کوئی انتظام تا حال نہیں ہے۔ بعض حضرات کے بڑے بڑے مویشی فارم ہیں ان سے بھی زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی۔ معدنیات کا جو کاروبار کر رہے ہیں ان سے بھی زکوٰۃ الرکاز (خمس) نہیں لی جا رہی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مرکزی اور صوبائی زکوٰۃ کونسلوں میں علماء کے ساتھ اسلامی معیشت کے ماہرین یا کم از کم جدید معاشیات کے ماہرین شامل نہیں ہیں۔

صدقہ فطر یا زکوٰۃ الفطر (فقہ کی تمام کتابوں میں زکوٰۃ کے آخر میں یعنی زکوٰۃ کے ساتھ ہی صدقہ فطر کے احکام کا ذکر ہے) کا حکم ۲ ہجری میں رمضان کے روزوں کے ساتھ ہی دیدیا گیا تھا اس کے مطابق ہر خوشحال آدمی کے لیے ضروری ہے کہ عید کے موقع پر خوشی مناتے ہوئے اپنے اور اپنے زیر کفالت

افراد میں سے ہر ایک کی جانب سے ایک غریب بھائی کے لیے اس کی ایک دن کی خوراک کے بقدر صدقہ کرے اس کی مقدار ایک صاع مقرر ہے۔ پاکستان میں صدقہ فطر ہی ایسا صدقہ ہے جسے تقریباً ہر شخص باقاعدگی سے ادا کرتا ہے اسی طرح اگر زکوٰۃ و عشر کو بھی پورے جذبے (Spirit) کے ساتھ وصول اور تقسیم کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں کوئی فقیر ٹرینوں میں بسوں کے اڈوں پر گلیوں محلوں میں مانگتا ہوا نظر آئے یعنی ابھی ہم اس گداگری کی لعنت سے ہی اپنے پیارے پاکستان کو پاک نہیں کر سکتے ہیں جو بے روزگاری کی بد ترین بلکہ مکروہ ترین صورت ہے۔

اگر مرکزی زکوٰۃ کونسل (جو مستند علماء کے علاوہ اسلامی معیشت کے ماہرین اور جدید ماہرین معاشیات پر مشتمل ہو) اس بات کو مناسب سمجھے کہ ہر سال کی کل موصولہ زکوٰۃ میں سے جس قدر حصہ فقراء اور مساکین کی مد میں صرف کرنا طے ہو جائے باہم مشورے سے تو اس رقم کو کسی منفعت بخش کاروبار میں لگا دیا جائے یا کوئی صنعت قائم کر دی جس کے حصص ان بے روزگاروں اور حاجت مندوں کے نام کر دیئے جائیں جو اس سال کی زکوٰۃ کے مستحقین قرار دیئے جائیں تاکہ ان کی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ بن جائے۔ جب انہیں مناسب روزگار مل جائے یا وہ حاجت مند نہ رہیں تو یہی حصص دوسرے بے روزگاروں یا حاجت مندوں کے نام منتقل کر دیئے جائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کاروبار یا صنعت میں ان بے روزگاروں کو مناسب تربیت دے کر کھپا دیا جائے۔ یا یہ خیال رکھا جائے کہ جس علاقے کی زکوٰۃ ہو اس سے اسی علاقے میں وہ صنعت لگائی جائے تاکہ اس زکوٰۃ سے اسی علاقے کے بے روزگار فائدہ حاصل کریں۔

۲: وراثت کی تقسیم تقسیم وراثت کا قانون جیسا اسلام میں ہے کسی اور معاشی نظام میں نہیں ہے۔ دوسرے معاشی نظاموں کا میلان اسی طرف ہے کہ جو دولت ایک شخص نے سمیٹ کر جمع کی ہے وہ اس کے بعد بھی ایک یا چند اشخاص کے پاس سمٹی رہے مثلاً برطانیہ میں اولادِ اکبر کی جانشینی کا قانون (Law of Primogeniture) اور مشترک خاندان کا طریقہ (Joint Family System)۔ لیکن اسلام دولت کے سمٹنے کو پسند نہیں کرتا وہ اس کو پھیلانا چاہتا ہے تاکہ دولت گردش میں رہے اور معاشرے کے تمام افراد اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مگر پاکستان میں عملاً اول تو وراثت کی تقسیم نہیں ہوتی وہی برطانیہ والے قانون پر لوگ عمل پیرا ہیں۔ اگر کسی وراثت کی تقسیم بھی ہوتی ہے تو بہنیں تو محروم ہی رہتی ہیں انکو کوئی بھائی حصہ نہیں

دیتا۔ شریعت کے اصول للذکر مثل حظ الانثیین نے بہنوں کا جو آدھا حصہ مقرر کیا ہے ان کو وہ بھی نہیں ملتا۔ وراثت کی صحیح صحیح تقسیم ہونی چاہیئے تاکہ کوئی شخص بھی اپنے مقرر حصے سے محروم نہ رہے[۱۳۱]

۳۔ سودی معیشت کا قلع قمع

اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو جدید دور کے تمام پیچیدہ اور لاینحل مسائل کی بنیادی اور سب سے بڑی وجہ سودی معیشت ہے جس نے بے لگام اور بے رحم سرمایہ داری کو جنم دیا ہے۔ معاشرے میں خودغرضی، بے حسی اور بے رحمی، حرص، طمع اور لالچ کو رواج دیا ہے جائز اور ناجائز حلال وحرام کی تمیز ختم کردی ہے۔ چور بازاری، سمگلنگ، احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرکے مصنوعی قلت پیدا کرنا اور پھر اشیاء کی قیمتیں بڑھانا یعنی مہنگائی کرنا اسراف وفضول خرچی اور بخل اسی کی ناجائز اولاد ہے۔

اسی کی بدولت اس ملک میں جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اسلامی معیشت (جو آج کے جملہ معاشی مسائل کا واحد حل ہے) کا قیام ناممکن ہو رہا ہے۔ سیور ریفل پرائز بانڈز (جو جوئے کی ایک شکل ہے) کو اپریٹو فنانس کارپوریشن (جنہوں نے غریبوں کا بچا کھچا سرمایہ بھی لوٹ لیا) یہ سب انہی ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کی جنگ زرگری اور ہوس زر کی غماز ہیں۔ یہاں تک کہ ان ساہوکاروں کی یہی ہوس رفتہ رفتہ سیدھے سادے اور مخلص وہمدم عوام میں بھی سرایت کرگئی ہے اور اب دکھی انسانیت کی امداد واعانت کے لیے فاطمید ریفل اور ٹی بی ریفل کا اجراء کرنا پڑا جو کہ سراسر جوا ہے اس میں کوئی نیکی نہیں ہے یعنی ابلاغ عامہ کے ذرائع پر تشہیر اور پروپیگنڈے کے ذریعے ہمارا مزاج یہ بنا دیا گیا ہے کہ اب ہم بھی فرنگیوں کی طرح للّٰہ فی اللّٰہ یعنی خدا واسطے یا اپنی آخرت سنوارنے کے لیے کوئی نیکی یا ہمدردی کرنے کو تیار وآمادہ ہی نہیں ہوتے جب تک اسی دنیا میں انعام بلکہ ۲۰۔ ۲۵ لاکھ تک کے بڑے انعام کا لالچ نہ دیا جائے یعنی یہ صدٌّ عن سبیل اللّٰہ (اللہ کے راستے کی ایک رکاوٹ) بن کے رہ گئی ہے اگر ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو اپنی منزل یعنی اسلامی معیشت کے قیام کو پانے کے لیے راستے کی اس دیوار کو گرانا ہوگا اس کا مکمل قلع قمع کرنا ہوگا تبھی ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے ورنہ جب تک یہ شجر خبیث موجود ہے اصلاح احوال کی کوئی صورت کارگر نہیں ہو گی بلکہ صورت حال اور بگڑے گی اور بے روزگاری کا مسئلہ اور زیادہ گھمبیر ہوتا جائے گا کیونکہ مسئلے کی جڑ بنیاد یہی ناسور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اوائل اسلام میں زکوٰۃ کو انفاق کا ایک عام قانون بنانے کے ساتھ ساتھ سود کو حرام کر کے سودی معیشت اور اس پر مبنی سرمایہ داری پر ایک کاری ضرب لگائی گئی جیسا کہ مکی دور کی ایک سورۃ الروم کی اس آیت سے ظاہر ہے جس میں زکوٰۃ کی تعریف کے ساتھ ساتھ سود کی مذمت کی گئی ہے فرمان الٰہی ہے

وَمَآ اٰتیتُم من ربا لیربُوا فی اَموال الناس فلا یربُوا عند اللہ وما اٰتیتُم مِن زکوٰۃ تریدُون وجه اللہ فاولٰئِک ھُمُ المُضعِفُون۔

ترجمہ:۔ اور یہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک وہ ہرگز نہیں بڑھتا۔ بڑھوتری تو ان اموال کو نصیب ہوتی ہے جو تم اللہ کی رضا کے لیے زکوٰۃ میں دیتے ہو[۳۲]

پھر اللہ کے یہ فرامین:۔ یمحق اللہ الربو او یربی الصدقات اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے[۳۳]

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الرّبوا إن کنتم مؤمنین ۝ فإن لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ ج وإن تُبتُم فلکم رءُوس اَموالکم لا تظلمون ولا تظلمون ۝ وإن کان ذو عُسرۃٍ فنظرۃٌ إلیٰ میسرۃٍ ط وأن تصدّقوا خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون ۝

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اور اگر نہیں کرتے (نہیں چھوڑتے) تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کیلئے ہوشیار ہو جاؤ۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اپنا اصل مال (اصل زر) تمہارا ہی ہے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور اگر کوئی تنگدست ہو تو اسے آسانی تک کی مہلت دینی چاہیے اور معاف کر دینا تو بہت ہی بہتر ہے اگر تم میں علم ہو[۳۴]

تشریح روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک ایسے معاملے کی نسبت جس میں سود تھا حضرت زید بن ارقمؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کا جہاد بھی برباد ہو گیا کہ جہاد خدا تعالیٰ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کا نام ہے اور سود خوری خود خدا تعالیٰ سے مقابلہ کرنا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سود خور سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اپنے ہتھیار لے لے اور

خدا سے لڑنے کے لیے تیار ہو جا. آپ فرماتے ہیں امام وقت پر فرض ہے کہ سود خور سے اگر وہ سود نہ چھوڑیں تو ان سے توبہ کرائے اگر نہ کریں تو ان کی گردن مار دے. ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے ۔

الرّبا سبعون جزأ ایسرھا ان ینکح الرّجل امّہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ " سود کے ۷۰ گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے زنا کرے" یعنی سود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کو ۷۰ اجزاء میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ہلکے سے ہلکا جز اس گناہ کے برابر ہے کہ آدمی اپنی ماں سے بدکاری کرے. حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا سنو! قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری اور آپؐ کا انتقال ہو گیا (ابن ماجہ) مروی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ۹ راتوں تک زندہ رہے ۲۵

یعنی اسلام کی اول و آخر تعلیم یہی رہی ہے کہ سود کی لعنت کو ختم کیا جائے لیکن عملاً یہ ہو رہا ہے کہ تمام عالم اسلام کے مسلمان اس کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں بلکہ اسے شیرِ مادر سمجھ کر کھا رہے ہیں گلی گلی محلے محلے میں مختلف ناموں سے نئے نئے بینک (سود گھر) کھل رہے ہیں اور ہم خوش ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں ۔

۴۔ قرضِ حسنہ

انسان کا بنیادی مسئلہ کسبِ معاش کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود انسان اور ذرائع بھی وہی پرانے ہیں صنعت و حرفت اور زراعت یا ملازمت. لیکن صنعت و حرفت اور زراعت کے میدان میں مشین کی ایجاد نے کافی انقلاب برپا کر دیا ہے اور روزگار کے انداز بھی بدل دیئے تو اس کے لیے پرانے حل کے ساتھ ساتھ جدید حل بھی سوچنا ضروری ہے. حکومت پہلے آسان شرائط سود پر بے روزگار افراد کو قرضے دیتی ہے پھر جب وہ اپنے پاؤں جما لیتے ہیں تو آسان اقساط میں وہ قرضے لٹاتے ہیں تاکہ دیگر بے روزگار افراد کو دیئے جا سکیں یہ ایک اچھی سکیم ہے لیکن اگر اسے بغیر سود کے قرضِ حسنہ کے طور پر دیا جائے تو اس کے فوائد زیادہ ہوں گے ۔

دوسرے دیکھا یہ گیا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ افراد میں بے روزگاری زیادہ ہے اس لئے کہ آج کل کے دور میں علم سے زیادہ ہنر کی مانگ ہے لہٰذا میری یہ تجویز ہے کہ ہمارے سکولوں، کالجوں اور

یونیورسٹیوں میں علم وادب یا نظری علوم پڑھانے کی بجائے فنون اور ہنر سکھانے پر زیادہ توجہ دی جائے یا پھر تمام طلبہ کو علوم کے ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی ہنر اور فن سکھانے کا ضرور بندوبست کیا جائے کہ بقول اقبالؒ۔ ع قوتِ افرنگ از علم و فن است

کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس پیسہ تو بہت ہے لیکن ٹیکنالوجی (Technology) نہیں ہے اس لیے ہمیں ٹیکنالوجی حاصل کرنا چاہیئے اور اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں خصوصاً سکولوں میں بھی طلبہ کی راہنمائی (گائیڈینس) کا انتظام کیا جائے تاکہ انکا رجحانِ طبع دیکھ کر ان کو ہنر سکھائے جائیں اور وہ اپنے آپ کو معاشرے میں ناموزوں (Misfit) نہ سمجھیں۔

مشینی زندگی کی بے کیفی اور بے رنگی میں رنگ بھرنے کے لیے علم و ادب بھی ضروری ہیں کہ بقول اقبالؒ۔ ع احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

لیکن آج کل مشین ایک ناگزیر ضرورت بن چکی ہے اس نے انسانوں کو بہت سی سہولتیں بھی بہم پہنچائی ہیں۔ روزگار کے مواقع بھی پیدا کیے ہیں اور ساتھ ساتھ بے روزگاری میں اضافہ بھی کیا کیونکہ پہلے جو کام لاکھوں ہنرمند اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے آج ایک مشین وہ کام لمحوں میں کر دیتی ہے اور بڑی ستھری اور پائیدار بنا کر مارکیٹ میں بھیج دیتی ہے جس سے دستکار حضرات بے روزگار ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی بے روزگاری کو معاشی اصطلاح میں Technological Unemployment کہتے ہیں[۳۵]۔ لیکن اب تو مشین آج کی ضرورت بن چکی ہے تو ان بے روزگار ہونے والے دستکاروں کو بھی قرض حسنہ دے کر بے روزگاری کے بے رحم شکنجے میں جانے سے بچایا جائے تاکہ وہ بھی اپنے ہنر اور دستکاری کو مشینی یعنی (Industrialise) کریں اور عزت کی روزی کما سکیں۔ اور ایک کاروزگار دوسروں کی بے روزگاری کا سبب نہ بن سکے۔

۵ / اجارہ داری کا خاتمہ

احتکار کرنے والا / اجارہ دار / (Monopolist) دولت کے ذخیروں پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے اور بسا اوقات زائد سامان تو تلف کر دیتا ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح ایک خاص نرخ لوگوں پر مسلط کر سکے۔ یہ طرزِ عمل صریح طور پر سامانِ معیشت کے ان سماجی خزانوں کی بربادی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے فائدے کے لیے زمین میں پیدا کیا ہے۔ اسی لیے اسلام نے احتکار کو دائرۂ دین

سے خارج کرنے والا جرم قرار دیا ہے۔

من احتکر طعاماً اربعین یوماً فقد بری من اللہ وبری اللہ منہ

ترجمہ: جس نے چالیس دن تک خوراک کو ذخیرہ کئے رکھا اس کو اللہ سے کوئی واسطہ نہیں نہ اللہ کو اس کی کوئی پرواہ ہے (مسند امام احمد)

۶۔ سُحت و استحصال کا تدارک استحصال کسی قسم کا بھی ہو ختم ہونا چاہیئے خواہ مستاجر کے ہاتھوں اجیر کا استحصال ہو یا مذہبی پیشہ ور ں کے ہاتھوں اپنے عقیدت مندوں کا ہو یا اخبارات و جرائد کے مالکوں کے ہاتھوں یا پبلشروں کے ہاتھوں غریب لکھنے والوں کا ہو۔ اخبارات و رسائل کی اشاعت بھی آج کل دیگر منفعت بخش صنعتوں کی طرح ایک صنعت بن چکی ہے اور اس میں بڑا منافع ہے کیونکہ یہاں خام مال (مضامین، افسانے، نظمیں اور غزلیں) مالکوں کو بالکل مفت مل جاتی ہیں یہاں تک کہ ان لکھنے والوں کو جن کی تخلیقات یہ اخبارات و جرائد کے مالک شائع کرتے ہیں۔ اس رسالے یا اخبار کی ایک اعزازی کاپی بھی یہ مالکان نہیں بھیجتے وہ بھی انہیں خود خریدنا پڑتی ہے۔ یعنی قلم اور لفظ (جن کی قسم اللہ نے کھائی ہے) ن۔ والقلم وما یسطرون بالکل بے قیمت ہے اس کی اس ملک میں کوئی قیمت نہیں حالانکہ لفظ تو انمول ہوتا ہے۔ ایسا قانون بنانا چاہیئے کہ یہ مالک ہر لفظ کی قیمت ادا کریں جو یہ اپنے اخبارات و جرائد میں شائع کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ جو خود استحصال کے خلاف لکھتے نہیں تھکتے لکھنے والوں کا استحصال نہ کر سکیں

۷۔ اسراف و تبذیر کے خلاف اقدام ہمارے ملک میں جہاں لوگوں کی اکثریت نان جویں کو محتاج ہے وہاں ایک محدود اقلیت ذرائع و وسائل معاش پر قابض ہے اور وہ اپنی بے انتہا دولت و ثروت میں محروم لوگوں کو شریک کرنے کی روادار نہیں ہے۔ ان سے جب رفاہی کاموں میں امداد مانگی جائے تو وہ دس روپے دیتے ہوئے دس دفعہ سوچتے ہیں لیکن جب بسنت منانا ہو تو بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ پتنگ بازی پر لاکھوں روپے کا ضیاع، وقت کا ضیاع اور لہو ولعب ہے یہ اسراف ہے اسے قانوناً ممنوع قرار دے دینا چاہیئے اور ان کی زائد از ضرورت دولت کو ترمذی کی اس حدیث کی رو سے إن فی المال حقاً سوی الزکوٰۃ (مال میں زکوٰۃ کے علاوہ حق بھی ہے) ٹیکس کے ذریعے حاصل کر کے بے روزگاروں اور حاجت مندوں پر صرف کر دینی

چاہیئے اور عملاً اسلامی معیشت کی ایسی تصویر پیش کرنی چاہیئے جیساکہ اسلامی معاشی نظام کا تقاضہ ہے۔

كَىْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ

مال تمہارے مالداروں میں ہی چکر نہ لگاتا رہے [۳۴]

اسلام کے معاشی نظام کو نافذ کر کے بتدریج وہ تمام فاصلے کم کر دیئے جائیں جو امیر اور غریب میں پائے جاتے ہیں اور اسی تدریجی عمل میں وہ مقام آجائے کہ پورے معاشرے میں ایک بھی حاجت مند باقی نہ رہے۔

نکتہ، شرع مبیں ایں است و بس
کسے نہ باشد در جہاں محتاج کس

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

مصادر و مراجع

1/ Syed Abdul Quddus, Social Change in Pakistan Lahore, 1990 P-110.

۲/ ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ قاہرہ ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء ج۔۱ ص۲۶۰

۳/ الضحیٰ

۴/ ابن ہشام " " " " " ص۲۶۰

۵/ المدثر: ۴۲ تا ۴۷

۶/ الحاقۃ: ۳۰ تا ۳۴

۷/ ابوعبید قاسم بن سلام۔ کتاب الاموال۔ قاہرہ ۱۳۲۵ھ ص۳۵۰

۸/ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی۔ اسباب النزول۔ قاہرہ ۱۳۷۸ھ ص۲۵۰

۹/ الذاریات: ۱۷ تا ۱۹

۱۰/ الواحدی۔ اسباب النزول۔ قاہرہ ۱۳۷۸ھ ص۲۵

۱۱/ المعارج: ۲۲ تا ۲۵

۱۲/ لسان العرب۔ بیروت ۱۹۵۶ء۔ ج۔۵ ص۶۰

۱۳/ ابن کثیر۔ جلد پنجم۔ جزء ۲۶۔ ص۱۰۹

۱۴/ البقرہ: ۲۷۳

۱۵/ الجصاص۔ ج۔۳۔ ص۱۵۱

۱۶/ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ قرآن کی معاشی تعلیمات۔ لاہور ۱۹۸۴ء ص۵۵

۱۷/ مولانا ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ ج۔۲۔ ص۱۲۹

۱۸/ پروفیسر سید خالد محمود ترمذی۔ مقالات سیرت۔ وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد ۱۹۸۹ء۔ ص۱۱۶

18/ Dr. Anwar Iqbal Qureshi. Economic Problems Facing Pakistan - Karachi. 1971 P-51.

۲۰ ، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی۔ اسلام اور جدید معاشی نظریات۔ لاہور ۱۹۸۶ء۔ ص۸۴ تا ص۸۶

۲۱ ، سیّد قطب شہید۔ ترجمہ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی۔ اسلام کی اقتصادی پالیسی۔ لاہور ۱۹۶۹ء۔ ص۵۰

۲۲ ، ایضاً " " " " " " ص۴۲

۲۳ ، مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری۔ اخلاق و معاش کا باہمی ربط کراچی۔ ص۹

۲۴ ، ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ قاہرہ ۱۳۵۶ھ۔ ج۔۱۔ ص۳۱۳

۲۵ ، حٰم السجدۃ : ۶ - ۷

۲۶ ، ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ قاہرہ ۱۳۵۶ھ۔ ج۔۱ ص۳۵۹

۲۷ ، ابن کثیر۔ ج۔۴۔ جز ۲۴۔ ص۶۱

۲۸ ، سہ ماہی فکر و نظر۔ اسلام آباد۔ شمارہ شوال۔ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ ص۱۵

۲۹ ، ابن ہشام، ج۔۲۔ ص۱۱۵

۳۰ ، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی۔ اسلام اور جدید معاشی نظریات لاہور ۱۹۸۶ء۔ ص۱۰۱

۳۱ ، النساء : ۱۱

۳۲ ، الروم : ۳۹

۳۳ ، البقرہ : ۲۷۶

۳۴ ، البقرہ : ۲۷۸ تا ۲۸۰

۳۵ ، ابن کثیر۔ ج۔۱۔ جز ۳۔ ص۲۷ تا ص۳۱

۳۶, Syed Abdul Quddus Social Change in Pakistan Lahore - 1990 - P-103

۳۷ ، الحشر۔ ۷

اسلام میں قرضِ حسنہ کی حیثیت

مولانا مبشر احمد جامعہ مدنیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرض کے لغوی معنی

قرض "اِقْرَاضٌ" سے ماخوذ ہے۔ قرض دینا[1]۔
باب ضَرَبَ سے قَرَضَ یَقْرِضُ۔ کسی کو بدلہ دینا۔ باب سَمِعَ سے۔ مرجانا۔[2]

۲ : القرض هو القطع فی اللغۃ سمی هذا العقد قرضا لما فیہ قطع طائفۃ من مالہ۔[3]

ترجمہ : قرض کا معنی ہے علیحدہ کرنا اور اسکو قرض اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں بھی مال کا ایک حصہ علیحدہ کیا جاتا ہے

۳ : (هو) لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ[4]

ترجمہ :- وہ مال جس کو تو واپسی کی شرط کے ساتھ دیتا ہے۔

قرض کی شرعی تعریف

هو عقد مخصوص یرد علی دفع مال مثلی

---

[1] لغات القرآن ، ج اوّل ، ص ۱۸۶ ۔ [2] المنجد اردو ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۔ [3] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ، مطبوعہ مصر ، ج ۷ ، ص ۳۹۵ ۔ [4] حاشیہ ردالمحتار علی الدر المختار ، ج ۴ ، ص ۱۷۹ ۔